تصنیفات

ا۔ فارسی

کلیاتِ نثر کلیاتِ نثر فارسی میں تین کتابیں ہیں۔ پنج آہنگ۔ مہر نیم روز اور دستنبو۔ یکجا شائع ہونے سے پہلے بھی مختلف اوقات میں ان کے کئی ایڈیشن شائع ہو چکے تھے۔

ا۔ پنج آہنگ پنج آہنگ پانچ حصوں پر مشتمل ہے۔ آہنگِ اول، القاب و آداب اور ان کے متعلقہ مراتب۔ آہنگِ دوم، مصادر ومصطلحات ولغاتِ فارسی۔ آہنگِ سوم، اشعار مکتوبی منتخب از دیوان غالب۔ آہنگِ چہارم، خطب کتب وتقاریظ وعبارات متفرقہ۔ آہنگِ پنجم مکاتیب۔

میرزا علی بخش خاں رنجور پنج آہنگ کے دیباچہ میں لکھتے ہیں، کہ میں ۱۸۳۵ء میں نواب شمس الدین احمد خاں کی وفات کے بعد جے پور سے دہلی پہنچا، تو میرزا غالب کا دیوان فارسی موسوم بہ میخانۂ آرزو مکمل ہو چکا تھا۔ اس میں کی نثر کو میں نے میرزا سے پڑھا تو میرے دل میں خیال گزرا کہ اس نثر اور دوسری متفرق فارسی عبارتوں کو یکجا کر دینا چاہیئے۔ مگر مکروہات نے اجازت نہ دی، کہ ایسا کرتا حتیٰ کہ حکیم رضی الدین حسن خاں بہادر نے تحریک کی کہ ان اوراق کو ضرور جمع کر دیا جائے۔ میرے ہم سبق میر محمد حسین خاں صاحب بھی میرا ہاتھ بٹانے پر تیار ہو گئے۔ مجھے بھی خیال گزرا کہ اگر یہ جمع ہو جائیں تو میرا

لڑکا غلام فخرالدین خاں ان سے مستفید ہوگا۔ لہٰذا میں نے اس کام پر کمر ہمت باندھ لی۔"

آہنگِ اول و دوم و سوم کا زمانۂ تصنیف ۱۸۲۵ء ہے۔ جب اس سال انگریزوں نے بھرت پور کے قلعہ پر چڑھائی کی تو فخرالدولہ نواب احمد بخش خاں بہادر بھی انگریزوں کی طرف سے شامِل جنگ تھے۔ اس معرکے میں غالب اور رنجور دونوں ان کے ہم رکاب تھے۔ رنجور نے غالب سے یہ خواہش ظاہر کی کہ اگر آپ تمام ایسے کلمات جمع کر دیں جو رسمی خطوں میں "القاب و آداب اور شکر و شکوہ و شادی و غم" کے اظہار کے لئے استعمال کئے جاتے ہیں تو بہت مفید ہوگا۔ اس پر میرزا نے آہنگِ اوّل و دوم تحریر کئے۔ بعد میں آہنگِ سوم لکھا۔ اس میں اپنے دیوان سے انتخاب کر کے وہ اشعار جمع کر دئے جو خطوط و مکتوبات وغیرہ میں استعمال کئے جا سکتے ہیں۔

یوں تو مختلف حیثیتوں سے پانچوں حصے ہی قابلِ قدر ہیں لیکن آہنگِ پنجم خصوصاً بہت اہم چیز ہے۔ کیونکہ اس میں میرزا کے وہ فارسی خطوط ہیں، جو انہوں نے غدر سے پہلے اپنے احباب کو لکھے تھے۔ اس سے ان کی زندگی کے اس زمانہ کے حالات معلوم ہوتے ہیں جس کے لئے ہمارے پاس اور کوئی ماخذ نہیں۔

پنج آہنگ دو دفعہ علیحدہ چھپی۔ ایک بار قلعہ کے مطبع سلطانی میں اور دوسری دفعہ منشی نورالدین کے چھاپہ خانے میں[۵] منشی نورالدین کے مطبع والا

---

[۵] اردوئے معلی صفحہ ۳۶۹

نسخہ میری نظر سے نہیں گزرا۔ دوسرا نسخہ میں نے دیکھا ہے۔ اس پر تاریخ طباعت ۴ / اگست ۱۸۴۹ء (۱۴ / رمضان ۱۲۶۵ھ) درج ہے۔ یہ حکیم غلام نجف خاں بہادر کی تصحیح و ترتیب اور اہتمام سے شائع ہوا تھا۔

مگر جیسا کہ میرزا نے خود لکھا ہے یہ مجموعہ نثر مکمل نہیں۔ ان تحریروں کے علاوہ بھی جو غدر میں نواب ضیاء الدین احمد خاں نیر رخشاں اور حسین میرزا کے کتب خانوں سے ضائع ہو گئیں، بعض اور چیزیں ادھر ادھر منتشر پڑی ہیں جو اس میں شامل نہیں۔

۲۔ مہر نیم روز میرزا ۴ / جولائی ۱۸۵۰ء کو تاریخ نگاری کی خدمت پر مامور ہوئے۔[۱] وہ ۱۱ / جون ۱۸۵۲ء کو منشی جواہر سنگھ جوہر کو لکھتے ہیں:[۲]

"مسودۂ روز نامۂ روداد اورنگ نشینانِ چغتائیہ بدست ہیرا سنگھ ارسال داشتہ ایم و ہنوز از رسیدش نشان نیافتہ ام۔ اگر رسیدہ است بنویسند ورنہ از ہیرا سنگھ باز پرس کنند۔"

اس سے ظاہر ہے کہ اگر مسودہ تاریخ ۱۱ / جون سے پہلے جوہر کو بھیجا جا چکا تھا۔ تو اسے ایک دو ماہ اس سے پیشتر ختم ہو جانا چاہیئے ایک دوسرے خط سے جو مولوی رجب علی صاحب کے نام لکھا گیا ہے معلوم ہوتا ہے کہ "مہر نیم روز" مارچ ۱۸۵۲ء سے پہلے مکمل ہو چکی تھی۔ مگر اس کے چھپنے کی نوبت دو برس

---

[۱] کلیات نثر فارسی صفحہ ۶
[۲] اردوئے معلیٰ صفحہ ۱۲۰

تک نہیں آئی - یہ پہلی بار ۱۲۷۱ھ (۱۸۵۴-۵ء) میں فخر المطابع میں چھپی۔ (دوسری بار پچھلے دنوں لاہور سے پروفیسر اولاد حسین شاداں کی تصحیح اور تحشیہ کے ساتھ مطبع کریمی سے شائع ہوئی ہے۔)

۴۔ دستنبو
دستنبو غدر کے پر آشوب ہنگامہ کے دوران میں لکھا گیا میرزا جو کچھ لکھتے جاتے تھے۔ ساتھ کے ساتھ اس کی ایک نقل میر مہدی مجروح کو بھی بھیج دیتے تھے۔ ممکن ہے وہ ابھی اور زیادہ لکھتے "مگر منشی امید سنگھ اندور والے میرزا کی ملاقات کو آئے اور انہوں نے دستنبو کا مسودہ دیکھکر اسے چھاپنے کا قصد کیا" اس لئے انہوں نے یکم اگست ۱۸۵۸ء تک کے حالات لکھکر کتاب ختم کردی۔ میر مہدی کو لکھتے ہیں ؎

"صاحب ہم نے گھبرا کر اس تحریر فارسی کو تمام کیا۔ دفتر بند کیا اور یہ لکھہ دیا کہ یکم اگست ۱۸۵۸ء تک میں نے پندرہ مہینے کا حال لکھا اور آگے لکھنا موقوف کیا۔ تم کو آگے اس سے لکھا تھا کہ تم اپنے اوراق کا فقرۂ اخیر لکھ بھیجو۔ اب پھر تم کو لکھا جاتا ہے کہ جلد لکھو تاکہ میں اس کے آگے کی عبارت تم کو لکھکر بھیجدوں۔"

میرزا نے کتاب کا مسودہ ستمبر میں منشی ہرگوپال تفتہ کے پاس آگرہ بھیجدیا تھا۔ وہاں تفتہ کے علاوہ غالب کے دو اور مخلص دوست منشی نبی بخش حقیر اور میرزا حاتم علی مہر بھی تھے۔ مطبع مفید خلائق کے مالک منشی شیو نرائن بھی ان کے عزیزوں میں سے تھے۔ ان چاروں حضرات نے دستنبو کی اشاعت کے تمام مراحل کی نگرانی

؎ اردوئے معلیٰ صفحہ ۱۴۱

کی۔ پہلا ایڈیشن مطبع مفید خلائق سے نومبر ۱۸۵۸ء کے پہلے ہفتہ میں چھپ کر
بازار میں آیا۔ اس میں صرف پانسو نسخے چھپے تھے اور ۸ رقیمت تھی۔ یہ پورا ایڈیشن
پانچ ماہ کی مدت میں ختم ہو گیا۔ میرزا منشی شیو نرائن کو۔ اپریل ۱۸۵۹ء میں لکھتے ہیں ؎۔

"دیکھو صاحب تم گھبراتے تھے۔ آخر یہ جنس پڑی نہ رہی او۔ بک گئی"

اس کے بعد دوسرا ایڈیشن ۱۸۶۵ء میں چھپا۔ میرزا ان دنوں رام پور
میں تھے۔ کہ حکومت پنجاب نے ان سے اس کا ایک نسخہ طلب کیا۔ کیونکہ میرزا
نے درخواست دے رکھی تھی کہ دستنبو کو حکومت اپنے خرچ پر شائع کرے۔ میرزا
صاحب نے ایک نسخہ صحیح کر کے لٹریری سوسائٹی روہیل کھنڈ کے مطبع واقعہ بریلی
میں چھپنے کو بھیجا۔ بریلی کے قاضی عبدالجمیل صاحب میرزا کے شاگرد اور عزیز
تھے۔ میرا خیال ہے کہ یہ ایڈیشن انہیں کی نگرانی میں شائع ہوا ہوگا۔ اس نسخہ
کے خاتمہ کی عبارت ہے :۔

للہ الحمد کہ کتاب افادت انتساب بفرہنگ و دانش مرسوم و بدستنبوئی
موسوم چکیدۂ قلم جادو رقم ..... نجم الدولہ دبیر الملک اسد اللہ خان
بہادر نظام جنگ المتخلص بہ غالب عرف میرزا نوشہ مد اللہ ظلال فیوضہ
باہتمام منشی بھندن لال صاحب در قالب طبع آمد و از نسخہ صحیحہ مرسلہ
مصنف صاحب نقل شدو تصحیح تمام در ۱۸۶۵ء حسن اختتام یافت۔

تیسرا ایڈیشن بھی اسی مطبع سے ۱۸۷۱ء میں شائع ہوا۔

ان دونوں ایڈیشنوں میں ترتیب بدل دی گئی تھی۔ پہلے ایڈیشن کے آغاز

؎ اردوئے معلیٰ صفحہ ۲۷۳

میں میرزا کا قصیدہ تھا جو انہوں نے ملکہ معظمہ کی مدح میں لکھا تھا۔ شمار یافت سروز گار یافت۔ اور اس کے بعد اصل دستنبو تھا۔ دوسرے اور تیسرے ایڈیشن میں پہلے دستنبو کی نثر اور آخر میں یہ قصیدہ ہے اور اس کے علاوہ وہ قطعہ ہے۔ روزگار چراغاں اشتہار چراغاں۔ جو انہوں نے دہلی کی فتح کی خوشی میں چراغاں کے موقعہ پر اکتوبر ۱۸۵۸ء میں لکھا تھا۔

کلیاتِ نثر کی اشاعت جیسا کہ میرزا نے کلیات نثر میں پنج آہنگ کے خاتمہ پر لکھا ہے سنہ ۱۲۸۰ھ میں منشی نولکشور صاحب دہلی آئے اور میرزا کی ملاقات کے لئے گئے۔ انہوں نے کلیات نثر چھاپنے کی اجازت چاہی میرزا نے یہ تینوں کتابیں نواب ضیاء الدین احمد خاں نیرِ رخشاں سے لے کر منشی صاحب موصوف کو دیں۔ جنہیں وہ اپنے ساتھ لکھنؤ لے گئے۔ جہاں ان کے مشہور مطبع نولکشور سے یہ کلیات پہلی بار جنوری ۱۸۶۸ء (رمضان ۱۲۸۴ھ) میں شائع ہوا۔

اس کا دوسرا اور تیسرا ایڈیشن بھی اسی مطبع سے بالترتیب ۱۸۷۱ء اور ۱۸۸۴ء میں شائع ہوا۔

۴۔ قاطع برہان میرزا جب غدر کے دنوں میں دروازہ بند کر کے بیٹھ گئے۔ تو ان کے پاس چھاپے کی "برہان قاطع" کا ایک نسخہ تھا[عـه]۔ یہ مولوی محمد حسین تبریزی کی لکھی ہوئی لغت فارسی کی مشہور کتاب ہے۔ میرزا نے فرصت کے اوقات میں اس کا مطالعہ کیا تو انہوں نے دیکھا کہ اس میں بے شمار غلطیاں ہیں۔ وہ اس کتاب کے حاشیہ پر اعتراض لکھتے رہے اور آخر میں انہیں مرتب کر کے[عـه] "قاطع برہان"

عـه "برہانِ قاطع" کا وہ نسخہ جو ایام غدر میں میرزا کے مطالعہ میں تھا اور جس کے حاشیہ پر انہوں نے اپنے اعتراضات لکھے تھے۔ اب بھی ریاست لوہارو کے کتب خانہ میں محفوظ ہے۔

کے عنوان سے لکھوالیا۔ اگرچہ کتاب ۱۸۶۰ء میں مکمل ہو چکی تھی۔ مگر اس کے چھپنے کے سامان دو سال تک پیدا نہ ہوئے۔ آخر ۱۸۶۲ء میں نواب یوسف علی خاں بہادر کی مدد سے اس کا پہلا ایڈیشن مطبع نولکشور سے شائع ہوا۔ اس کی قیمت ایک روپیہ تھی۔ خود میرزا نے اس کے پچاس نسخے خرید کر دوستوں میں تقسیم کئے تھے۔

درفش کاویانی قاطع برہان میں مزید مطالب و اعتراضات کا اضافہ کر کے میرزا نے اسے دوسری بار دسمبر ۱۸۶۵ء میں چھپوایا۔ اور اس کا نام درفش کاویانی رکھا۔ یہ ایڈیشن مطبع اکمل المطابع میں چھپا تھا۔ اور اس کی چھپائی میں میر غلام بابا خاں رئیس سورت نے انہیں مدد دی تھی۔ پہلے ایک گھڑی بھیجی[عہ۱] اور پھر سو روپے۔[عہ۲] اس ایڈیشن کے صرف تین سو نسخے چھپے تھے۔ ان کا ارادہ تھا کہ ان میں سے ڈیڑھ سو میر صاحب موصوف کی نذر کریں[عہ۳] مگر انہوں نے لکھ دیا کہ اتنے نسخے بھیجنے کی ضرورت نہیں۔ اس اطلاع کے ملنے سے پہلے میرزا ۳۶ نسخے ان کو بھیج چکے تھے۔ اس کے بعد پھر انہوں نے کوئی کتاب نہیں بھیجی[عہ۴]

۵۔ کلیاتِ نظم فارسی جیسا کہ میرزا علی بخش خاں رنجور نے کلیاتِ نثر فارسی کے دیباچہ میں لکھا ہے۔ میرزا کا فارسی کلام ۱۸۳۵ء میں میخانۂ آرزو کے عنوان سے مرتب ہو چکا تھا۔ مگر اصل میں اس کا پہلا ایڈیشن ۱۸۴۵ء

عہ۱ اردوئی معلی صفحہ ۹، صفحہ ۱۶

عہ۲ ایضاً صفحہ ۲۲

عہ۳ ایضاً صفحہ ۲۳

عہ۴ ایضاً صفحہ ۱۸

میں شائع ہوا۔ یہ نواب ضیاءالدین احمد خاں بہادر کی تصحیح و ترتیب کے بعد مطبع دارالسلام دہلی میں چھپا تھا۔[۵]

اس کے بعد کا جتنا کلام تھا۔ وہ نواب ضیاءالدین احمد خاں کے پاس جمع ہوتا رہا۔ مگر غدر کی نادر گردی میں جب ان کا کتب خانہ لٹا تو اس میں میرزا کا کلام بھی ضائع ہو گیا ۱۸۶۲ء تک جو کچھ دوبارہ جمع ہو سکا۔ وہ منشی نولکشور نے نواب ضیاءالدین احمد خاں کے صاحبزادے نواب شہاب الدین احمد خاں ثاقب سے منگوایا اور اپنے مطبع میں چھاپنا شروع کر دیا۔ یوں اس کا دوسرا ایڈیشن نومبر ۱۸۶۳ء میں تیار ہو کر مطبع سے باہر آیا۔ چھپنے سے قبل منشی صاحب موصوف نے میرزا سے اقرار کیا تھا کہ آپکو کتاب سوا تین روپیہ نسخہ کے حساب سے دیا جائے گی۔ مگر بعد میں انہوں نے شاید لاگت کی زیادتی کی وجہ سے اس کی قیمت پانچ روپیہ کر دی۔ میرزا یہ قیمت بھی ادا کرنے پر تیار تھے۔ مگر منشی صاحب موصوف نے انہیں سوا تین کے نرخ ہی سے دینا منظور کر لیا اور میرزا اور نواب علاءالدین احمد خاں بہادر دونوں نے دس دس نسخے اسی قیمت پر خریدے۔

کلیات کا دوسرا ایڈیشن اسی مطبع سے ۱۸۹۳ء میں شائع ہوا۔ اور تیسرا ۱۹۲۴ء میں۔

۶۔ سبد چین ۱۲۸۰ھ میں میرزا نے حکیم غلام رضا خاں صاحب کے اصرار پر مثنوی ابر گہربار کو علیحدہ چھاپنے کی اجازت دیدی۔ حالانکہ وہ کلیات میں شامل تھی۔ یہ نسخہ اکمل المطابع سے شائع ہوا تھا۔ مثنوی کے اس ایڈیشن کے آخر میں دو قصیدے اور دو قطعے جو کلیات کے بعد لکھے گئے تھے اور چند رباعیاں بھی جو کلیات

---

[۵] اردو (اورنگ آباد) ۱۹۳۶ء صفحہ ۷۰۴

میں چھپنے سے رہ گئی تھیں شامل کردی گئیں۔ بعد میں یہ قصائد و قطعات وغیرہ دوسرے کلام کے ساتھ ملاکر سبدِ چین کے عنوان سے ربیع الثانی ۱۲۸۳ھ (اگست ۱۸۶۶ء) میں مطبع محمدی سے شائع ہوئے۔ یہ مختصر مجموعہ دوبارہ کہیں سے شائع نہیں ہوا نہ اسے کلیات کے کسی ایڈیشن میں شامل کیا گیا۔ اس وجہ سے یہ نایاب ہوچکا تھا۔ ابھی حال میں (۱۹۳۸ء) مکتبہ جامعہ نے اسے جید برقی پریس دہلی میں چھپوا کے دوبارہ شائع کیا ہے۔ پہلے ایڈیشن میں ترتیب کلام کا کوئی خیال نہیں رکھا گیا تھا۔ اس میں یہ نقص دور کردیا گیا ہے۔ نیز کلیات نظم و نثر کے علاوہ جتنا کلام ادھر ادھر منتشر حالت میں پڑا تھا۔ اسے بھی اکٹھا کرکے اس میں شامل کردیا ہے۔

ب۔ اردو

۱۔ دیوان اردو

میرزا اگرچہ اردو کلام کو اپنے لئے باعثِ ننگ اور اپنے خاص رنگ سے الگ چیز سمجھتے رہے۔ مگر اس میں شبہ نہیں کہ انہوں نے ابتدا اردو ہی سے کی تھی اور آج ان کی شہرت کا ایوان اردو دیوان کی بنیادوں ہی پر قائم ہے۔ میرزا کا اردو دیوان غدر سے پہلے دو بار چھپا تھا۔ جب انہوں نے مولوی فضل حق صاحب خیرآبادی اور دوسرے دوستوں کے مشورہ سے اپنا رنگِ سخن بدلا تو اپنے پہلے کلام کا ایک انتخاب[1] بھی کیا[2]۔ یہی انتخاب پہلی بار ۱۲۵۷ھ (۴۲-۱۸۴۱ء) میں

---

[1] میرزا نے اپنے اردو اور فارسی دیوانوں کے دو انتخاب خود کئے۔ ایک مولوی سراج الدین احمد صاحب کی فرمائش پر گلِ رعنا کے نام سے۔ یہ انتخاب اب نایاب ہے مگر اسکے شروع اور آخر کی فارسی نثریں میرزا کے کلیات نثر میں شامل ہیں۔ دوسرا انہوں نے نواب کلب علی خاں بہادر کی فرمائش پر ۱۸۶۶ء میں کیا۔ یہ ریاست رامپور کے کتب خانہ میں محفوظ ہے اور مکاتیب غالب کے مرتب نے بشارت دی ہے کہ عنقریب شائع ہونے والا ہے۔ [2] دیوان غالب کا ایک قلمی نسخہ (باقی صفحہ ۸۵ پر)

فخر المطابع سے شائع ہوا۔ یہ ایڈیشن ہماری نظر سے نہیں گذرا۔ مگر اس کے آخر میں نواب ضیاء الدین احمد خاں بہادر کی جو تقریظ تھی۔ وہ آثار الصنادید (سرسید) میں موجود ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس میں کل ۱۰۷۲ شعر تھے۔

دوسرا ایڈیشن ۱۲۷۱ھ (۱۸۵۵ء) میں شائع ہوا۔ اس کے آخر میں بھی تقریظ ہے۔ اس میں لکھا ہے کہ اس نسخہ میں کل ۱۷۹۲ شعر ہیں۔ اس نسخہ کی ترتیب متداول نسخوں سے مختلف ہے۔ غالباً پہلے ایڈیشن میں بھی اسی طرح ہوگی آغاز میں قطعات ہیں پھر ایک مثنوی اور قصیدے ہیں۔ قصیدوں کے بعد غزلیات ہیں اور سب سے آخر میں رباعیاں۔ آخر میں نیر رخشاں کی فارسی تقریظ اور شروع میں میرزا کا دیباچہ فارسی دیباچہ ہے۔

مئی ۱۸۵۵ء میں غدر سے چند دن پہلے میرزا نے اپنے دیوان اردو کا ایک نسخہ نواب یوسف علی خاں فردوس مکان کے پاس بھیجا تھا[۵]۔ جب میرزا جنوری ۱۸۶۰ء میں رام پور گئے تو نواب ضیاء الدین احمد خاں نے ان سے کہا کہ رام پور والے نسخہ کی ایک نقل لے کر مجھے بھیج دیں۔ کیونکہ ان کا اپنا نسخہ غدر میں ضائع ہو گیا تھا۔ رام پور ہی میں میرزا کو میرٹھ کے ایک شخص عظیم الدین احمد کا خط ملا کہ میں آپ کا اردو دیوان چھاپنا چاہتا ہوں۔ مجھے اجازت عطا ہو۔ میرزا نے اس کا کوئی جواب

(بسلسلہ حاشیہ صفحہ ۸۴) جس میں ان کا نظری کلام بھی موجود تھا۔ ریاست بھوپال کے کتب خانہ میں محفوظ تھا۔ جہاں سے یہ "نسخہ حمیدیہ" کے نام سے شائع ہو چکا ہے۔ مولانا عبدالباری آسی نے بھی کچھ کلام میرزا کے نام سے چھاپا ہے۔ مگر وہ دراصل غالب کا نہیں۔

[۵] مکاتیب غالب صفحہ ۱

نہ دیا۔ مگر واپسی پر جب وہ میرٹھ میں نواب محمد مصطفیٰ خاں بہادر شیفتہ کے پاس ٹھیرے تو انہوں نے عظیم الدین احمد کی سفارش کی اور میرزا نے دہلی پہنچ کر نواب ضیاء الدین احمد خاں سے اردو دیوان کا نسخہ لے کر میرٹھ بھیج دیا۔ تھوڑے دن بعد ان کے دوست اور عزیز منشی شیونرائن مالک مطبع مفید خلائق آگرہ نے انہیں لکھا کہ آپ نے گھر کا مطبع چھوڑ کر دیوان میرٹھ کیوں بھیجا ہے تو انہوں نے بہ اصرار تمام میرٹھ سے نسخہ واپس منگوا کر اسے منشی شیونرائن کے پاس آگرے بھیج دیا[1]۔ دیوان ابھی آگرہ میں چھپنا شروع بھی نہیں ہوا تھا کہ انہوں نے دہلی میں مطبع احمدی واقع شاہدرہ کے مالک محمد حسین خاں کو اس کے چھاپنے کی اجازت دیدی۔ مگر یہ نسخہ اتنا غلط سلط چھپا کہ میرزا نے خود ایک نسخہ کی نظر ثانی و تصحیح کر کے مطبع احمدی کے مالک محمد حسین خاں مذکور کو دیا۔ انہوں نے اس نسخہ کو محمد عبدالرحمٰن خاں مہتمم مطبع نظامی کانپور کے پاس بھیجدیا[2]۔ مطبع احمدی کے نسخہ پر تاریخ ۲۰ محرم ۱۲۷۸ھ (۲۹ جولائی ۱۸۶۱ء) درج ہے اور مطبع نظامی کے آخر میں ذی الحجہ ۱۲۷۸ھ (جون ۱۸۶۲ء) گویا ایک برس میں اردو دیوان کے دو ایڈیشن چھپے اور اگر اس دوران میں منشی شیونرائن نے آگرہ میں مطبع مفید خلائق سے بھی شائع کیا تھا تو تین ہوئے۔

مطبع احمدی دہلی اور مطبع نظامی کانپور کے نسخوں میں ۱۸۵۵ء والے ایڈیشن سے ایک شعر بھی زیادہ نہیں۔ ہاں ترتیب بدل دی گئی ہے[3] یعنی غالب کے فارسی دیباچہ کے بعد غزلیات ہیں۔ ان کے بعد چار قصیدے۔ دو حضرت علی کی منقبت

---

[1] اردوئے معلیٰ صفحہ ۲۸۳

[2] دیکھو عبارت خاتمہ نسخہ مطبوعہ مطبع نظامی کانپور

میں اور دو ظفر کی مدح میں۔ اس کے بعد ایک مثنوی صفت انبہ میں اور پھر قطعات اور آخر میں رباعیاں۔

غالب کی زندگی میں اردو دیوان کا اور کوئی ایڈیشن شائع نہیں ہوا۔

۲۔ عودِ ہندی

میرزا کے اردو خطوط جمع کرنے کا خیال سب سے پہلے ممتاز علی خاں صاحب میرٹھی کو ہوا۔ انہوں نے مارہرہ کے چودھری عبدالغفور سرور سے کہا کہ آپ وہ خطوط عنایت فرمائیں، جو آپ کے پاس ہیں۔ سرور نے نہ صرف اپنے خط دیئے بلکہ وہ بھی جو صاحب عالم اور شاہ عالم صاحبان کے نام تھے۔ ان ۱۳۲ خطوط پر ایک دیباچہ لکھا، جس میں تاریخ کا قطعہ تھا۔

انشا مملو بصد مطالب لکھی — یعنی پے دوستانِ طالب لکھی
موسوم کیا جو "مہرِ غالب" سے سحر — تاریخ بھی اس کی "مہرِ غالب" لکھی[عہ]
۱۲۷۸ھ

اور یہ سارا مجموعہ جناب ممتاز علی خاں صاحب کے حوالے کر دیا۔ بعد میں ممتاز علی خاں صاحب کو خیال آیا کہ اگر کوشش اور تلاش کی جائے تو بعض دیگر حضرات سے بھی خطوط بہم پہنچ سکتے ہیں۔ چنانچہ انہوں نے سرور والے مجموعہ کی اشاعت ملتوی کر دی اور خواجہ غلام غوث خاں بیخبر کی مدد اور وساطت سے، ۱۳ خطوط اور جمع کیے۔

عہ "ادبی خطوطِ غالب" کے فاضل مؤلف جناب مرزا محمد عسکری صاحب کو اس تاریخ سے یہ شبہ ہوا کہ "عودِ ہندی" سب سے پہلے ۱۸۶۲ء میں شائع ہوئی۔ (صفحہ ۷) حالانکہ اور تمام قرائن کو چھوڑ کر نامۂ غالب کی اس میں شمولیت ہی ایسی زبردست شہادت تھی کہ ان کے اس خیال کی تردید کرنے کیلئے کافی تھی۔ کیونکہ یہ خط ۱۸۶۵ء میں لکھا گیا تھا۔ انہیں اردوئے معلیٰ کے متعلق بھی غلط فہمی ہوئی جو انہوں نے لکھا ہے کہ یہ میرزا کی زندگی میں چھپ چکی تھی۔ (صفحہ ۹)

ان کے علاوہ انہوں نے چند تقریظیں اور نثریں بھی حاصل کیں - ان سب کا مجموعہ عود ہندی کے نام سے اول بار مطبع مجتبائی میرٹھ سے ۲۴ رجب ۱۲۸۵ھ (۱۹ اکتوبر ۱۸۶۸ء) کو (یعنی میرزا کی وفات سے تقریباً چار ماہ پہلے) شائع ہوا۔ اگرچہ تمام مسودہ ۱۸۶۶ء میں مکمل ہو کر مطبع میں دیا جا چکا تھا[1]

۳ - اردوئے معلیٰ

عود ہندی کی ترتیب ۱۸۶۱ء میں شروع ہو چکی تھی - مگر خطوط کے جمع کرنے میں اتنا وقت صرف ہوا کہ اس کے چھپنے میں بہت دیر ہو گئی - دوستوں کی طرف سے تقاضا شروع ہوا تو میرزا نے خواجہ غلام غوث خاں بیخبر کو لکھا کہ آپ کے پاس جتنے خطوط ہیں - ان کی ایک نقل مجھ کو بھیج دیں - لکھتے ہیں[2]

> "اجی حضرت! یہ منشی ممتاز علی خاں کیا کر رہے ہیں - رقعے جمع کئے اور نہ چھپوائے - فی الحال پنجاب احاطہ میں ان کی بڑی خواہش ہے - جانتا ہوں کہ وہ آپ کو کہاں ملیں گے جو آپ ان سے کہیں - مگر یہ تو حضرت کے اختیار میں ہے کہ جتنے میرے خطوط آپ کو پہنچے ہیں وہ سب یا ان سب کی نقل بطریق پارسل آپ مجھ کو بھیج دیں - جی یوں چاہتا ہے کہ اس خط کا جواب وہی پارسل ہو۔"

---

[1] "عود ہندی کی ترتیب" کے عنوان سے ایک نہایت اعلیٰ مضمون پنڈت ہیش پرشاد صاحب کے قلم سے الہ آباد کے رسالہ "ہندستانی" کی اشاعت اکتوبر ۱۹۳۵ء میں چھپا تھا - عود ہندی کے متعلق ہم نے جو کچھ لکھا ہے وہ اسی مضمون سے ماخوذ ہے -

[2] عود ہندی صفحہ ۱۲۹

بات اصل میں یہ ہے کہ جب منشی ممتاز علی خاں صاحب کی طرف سے خطوط کی اشاعت میں غیر معمولی تعویق ہوئی تو میرزا نے سمجھا کہ انہوں نے چھاپنے کا ارادہ ترک کر دیا ہے۔ اس پر میرزا کے شاگرد منشی جواہر سنگھ جوہر نے اکمل المطابع کے مہتمم میر فخر الدین صاحب کے ساتھ مل کر خطوط جمع کرنا شروع کئے کہ انہیں اس مطبع میں چھاپا جائے۔ میرزا نے نواب علاؤ الدین احمد خاں کو اپریل یا مئی ۱۸۶۳ء میں خط لکھا[۵۱]

"مقصود ان سطور کی تحریر سے یہ ہے کہ مطبع اکمل المطابع میں چند احباب میرے مسودات اردو کے جمع کرنے پر اور اس کے چھپوانے پر آمادہ ہیں۔ مجھ سے مسودات مانگے ہیں اور اطراف و جوانب سے بھی فراہم کئے ہیں۔ میں مسودہ نہیں رکھتا۔ جو لکھا وہ جہاں بھیجنا ہوا وہاں بھیج دیا۔ یقین ہے کہ خط میرے تمہارے پاس بہت ہونگے۔ اگر ان کا ایک پارسل بنا کر بسبیل ڈاک بھیج دوگے یا آج کل میں کوئی اِدھر آنے والا ہو اس کو دے دو گے تو موجب میری خوشی کا ہوگا۔"

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ خود میرزا نے بھی دوستوں سے خطوط جمع کر کے مرتب کے پاس بھیجے تھے۔ گویا وہی کام جو پانچ برس پہلے انہوں نے منشی شیو نرائن کے کہنے پر نہیں کیا تھا اور یہ کہہ کر ٹال دیا تھا[۵۲]

"کیا ضرور کہ ہمارے آپس کے معاملات اوروں پر ظاہر ہوں۔ خلاصہ یہ کہ ان (خطوط) کا چھاپنا میرے خلاف طبع ہے۔"

---

۵۱ اردوئے معلیٰ صفحہ ۲۹۴

۵۲ ایضاً صفحہ ۲۶۸

اب خود سرگرمی سے اس میں حصہ لینے لگے تھے۔ آخر یہ مجموعہ مارچ ۱۸۶۹ء میں اردوئے معلّٰی کے نام سے چھپا۔ مگر افسوس کہ میرزا کو اس کی شکل دیکھنا نصیب نہ ہوئی۔ وہ اس سے پہلے فروری میں وفات پا چکے تھے۔ مرزا قربان علی بیگ خاں سالک نے تاریخ کہی۔

کیا کہوں کچھ کہا نہیں جاتا ۔۔۔ لب پہ نالوں کا اژدحام ہوا

صدمۂ مرگِ حضرتِ غالب ۔۔۔ سببِ رنجِ خاص و عام ہوا

ہے یہی سالِ طبع، سالِ وفات ۔۔۔ آج اردو کا سخن تمام ہوا

۱۲۸۵ھ

۴۔ مکاتیب غالب میرزا کی دربار رام پور سے بارہ برس خط و کتابت رہی۔ جنوری ۱۸۵۷ء سے مارچ ۱۸۶۵ء تک نواب فردوس مکان کے ساتھ اور اس کے بعد فروری ۱۸۶۹ء تک نواب خلد آشیاں کے ساتھ۔ یہ تمام خطوط ریاست رام پور کے دارالانشاء میں محفوظ تھے۔ ابھی حال ہی[۱] میں ان تمام خطوط کا مجموعہ مولانا امتیاز علی عرشی ناظم کتب خانہ ریاست مذکور نے نہایت اہتمام سے مرتب کر کے شائع کیا ہے۔ اس میں ۱۰۷ خطوط دونوں والیانِ ریاست کے نام ہیں اور ۱۸ خط رام پور کے بعض اور حضرات کے نام۔ شروع میں مرتب نے ایک مبسوط دیباچہ لکھا ہے۔ مگر ہمارے خیال میں سب سے زیادہ قیمتی چیز حاشیہ میں ان خطوط کی نقلیں ہیں۔ جو ریاست کی طرف سے میرزا کی تحریرات کے جواب

۱۔ 'مکاتیب غالب' پر تاریخ اشاعت ۱۹۳۷ء درج ہے۔ بلا شبہ کتاب کی طباعت ۱۹۳۷ء میں ہوئی ہے۔ مگر دراصل یہ فروری ۱۹۳۸ء میں شائقین کے ہاتھوں تک پہنچی۔ اگرچہ جنوری میں چند نسخے بعض حضرات کو تبصرہ وغیرہ کے لئے بھیج دئے گئے تھے۔ بہر حال اس کی اشاعت ۱۹۳۷ء کی جگہ ۱۹۳۸ء میں لکھنا زیادہ درست تھا۔

میں بھیجے گئے تھے۔

ابھی خطوط کی بہت بڑی تعداد غیر مطبوعہ پڑی ہے۔ پنڈت مہیش پرشاد صاحب (ہندو یونیورسٹی بنارس) کے پاس ایک عدیم المثال ذخیرہ ہے۔ کاش کہ وہ جلد اس کی اشاعت کا انتظام کریں۔

۵۔ نکات غالب و رقعات غالب

جس زمانہ میں میجر فلر پنجاب کے محکمہ تعلیم کے ڈائرکٹر تھے۔ انہوں نے علومِ شرقیہ کی ترقی کے لئے ہر ممکن کوشش کی۔ کئی حضرات کو اپنے پاس لاہور میں بلوالیا اور ان سے کتابیں لکھوائیں جو نہیں آسکتے تھے ان سے فرمائش کرکے کتابیں تصنیف کرائیں۔ جو لوگ لاہور میں انکی دعوت پر پہنچے انہیں ایک صاحب رائے بہادر ماسٹر پیارے لال آشوب تھے۔ میرزا غالب انہیں ہمیشہ اپنے بیٹوں کی طرح سمجھا کئے۔ رائے بہادر موصوف نے میجر فلر کے حسب الحکم میرزا سے درخواست کی کہ طلبا کیلئے فارسی زبان کی صرف کے قواعد لکھیں۔ اس پر میرزا نے دو مختصر رسالے مرتب کئے۔ نکات غالب میں یہ قواعد ہیں اور رقعات غالب میں ان کے ۱۵ فارسی مکتوبات ہیں جو انہوں نے پنج آہنگ کے آہنگِ پنجم سے انتخاب کرکے دئے ہیں۔ دونوں چیزیں ۳۰ صفحات کو محیط ہیں۔ اس کا پہلا ایڈیشن جس میں صرف پانسو نسخے تھے۔ فروری ۱۸۶۷ء میں محمد سعادت علی خاں صاحب کے مطبع سراجی سے شائع ہوا۔ اس کے بعد دوبارہ یہ رسالہ کہیں سے شائع نہیں ہوا۔

۶۔ قادر نامہ

میرزا نے عارف کے دونوں بچوں باقر علی خاں اور حسین علی خاں کی تعلیم کے لئے ۸ صفحہ کا ایک مختصر منظوم رسالہ قادر نامہ تصنیف کیا تھا۔عہ

عہ یہ روایت مولوی عبدالحق صاحب نے میر افضل علی عرف میرن صاحب (باقی صفحہ ۹۲ پر ملاحظہ ہو)

اس میں خالق باری اور آمدنامہ کی طرز پر اردو اور فارسی لغات ہیں شعر اول ہے۔[5]

قادر اللہ اور یزداں ہے خدا ہے نبی مرسل پیمبر رہنما

کل اشعار کی تعداد ۲۳۲ ہے۔ اس میں بارہ شعر دو غزلوں کے شامل ہیں۔ جو قادرنامہ ہی کا حصہ ہیں۔ آخر میں ۱۳ شعر کا ایک قطعہ ہے۔

قادرنامہ کا پہلا ایڈیشن یکم اکتوبر ۱۸۷۱ء کو مطبع منشی مداری لال (لاہور) سے شائع ہوا تھا۔ اس کے بعد اس کے متعدد ایڈیشن چھپے ہیں۔

ج۔ قاطع برہان کا مباحثہ

محرق قاطع اور اسکے جواب | میرزا نے جب ۱۸۶۲ء میں "قاطع برہان" شائع کی تو ہندوستان کے فارسی دانوں کے حلقہ میں گویا ایک بھونچال آگیا۔ بقول غالب "معتقدانِ 'برہان قاطع' برچھیاں اور تلواریں پکڑ پکڑ کر اٹھ کھڑے ہوئے۔" سب سے پہلے اس کے جواب میں سید سعادت علی صاحب نے ایک کتاب "محرق قاطع برہان" لکھی۔[6] اس کے جواب میں غالب کے طرفداروں نے تین رسالے لکھے۔ اول

(بسلسلہ حاشیہ صفحہ ۹۱) کی زبانی لکھی ہے (اردو ۱۹۳۶ء، ص ۲۰۵) بعض احباب کو اس میں کلام ہے کہ یہ رسالہ غالب کی تصنیف نہیں۔ مولوی عبدالحق صاحب کی اس شہادت سے قطع نظر خود قادرنامہ میں بعض ایسی داخلی شہادتیں موجود ہیں جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ واقعی یہ میرزا کی تصنیف ہے۔

[6] محرق قاطع برہان، ۹۶ صفحہ کی کتاب فارسی زبان میں ہے۔ یہ ۱۲۸۰ھ (۱۸۶۴ء) میں مطبع دہائی شاہدرہ میں چھپی۔ اس کے مصنف سید سعادت علی صاحب پہلے رزیڈنٹ راجپوتانہ کے دفتر میں میر منشی تھے۔ پنشن لینے کے بعد دہلی میں مقیم ہو گئے تھے۔

'دافع ہذیان'۔ اس کے مصنف ایک صاحب مولوی نجف علی تھے[1]۔ دوم 'لطائف غیبی' جس کے مصنف میاں دادخاں سیاح کہے جاتے ہیں[2] اور سوم 'سوالات عبدالکریم'[3]

ساطع برہان | قاطع برہان کے جواب میں دوسری کتاب "ساطع برہان" لکھی گئی[4]۔ اس کے مصنف میرزا رحیم بیگ صاحب میرٹھی تھے۔ وہ شیخ امام بخش صہبائی کے شاگرد تھے۔ میرٹھ میں مکتب پڑھاتے تھے آخر عمر میں ان کی آنکھوں کی بینائی جاتی رہی تھی۔

---

[1] 'دافع ہذیان' (فارسی) ۴۸ صفحہ کا ایک مختصر رسالہ ہے۔ یہ ۱۲۸۲ھ (۱۸۶۵ء) میں اکمل المطابع دہلی سے شائع ہوا۔ اس کے مصنف سید محمد نجف علی خاں ابن سید محمد عظیم الدین تھے۔ عربی اور فارسی زبان کے فاضل تھے۔ غالباً جھجر کے رہنے والے تھے۔ انہوں نے دساتیر کی ایک فرہنگ بھی ۱۸۶۴ء میں لکھی تھی۔ اس کے آخر میں میرزا کی ایک تقریظ فارسی زبان میں موجود ہے۔ جو ان کی کلیات نثر میں شامل نہیں ہے۔

[2] 'لطائف غیبی' (اردو) آٹھ صفحہ کا رسالہ ہے۔ اس کے مصنف میاں دادخاں سیاح کہے جاتے ہیں۔ مگر میرے خیال میں یہ میرزا کی اپنی تصنیف ہے۔ اس کے متعلق تفصیل سے آگے لکھا گیا ہے۔

[3] سوالات عبدالکریم' (اردو) آٹھ صفحہ کا ایک مختصر رسالہ اکمل المطابع دہلی سے ۱۲۸۲ھ میں چھپا تھا۔ اس میں کل سترہ سوال ہیں۔ میرے خیال میں یہ رسالہ بھی غالب کا لکھا ہوا ہے۔ یا کم از کم اس کی تصنیف میں ان کا بہت زیادہ ہاتھ ہے۔

[4] 'ساطع برہان' (فارسی) ۴۴ صفحات کی کتاب ہے۔ یہ ۱۲۸۳ھ میں مطبع ہاشمی سے شائع ہوئی تھی۔

۷۔ **نامۂ غالب** (اردو) یہ کتاب انہوں نے بعض دوستوں کے اصرار پر لکھی تھی۔ اس کتاب کے جواب میں میرزا نے خود ۱۶ صفحہ کا ایک خط "نامۂ غالب" کے نام سے لکھا، اور اپنے خرچ پر اس کے تین سو نسخے چھپوا کر دور نزدیک دوستوں میں تقسیم کر دیے[۱]۔ یہ سب سے پہلے ۱۸۶۵ء میں مطبع محمدی (محمد مرزا خاں) دہلی میں چھپا۔ میرزا نے اس کے ۵ نسخے نواب صاحب رام پور کو بھیجے تھے۔ ان کی اطلاع انہیں ۱۳ اگست ۱۸۶۵ء کے خط میں دی ہے[۲]۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ نامۂ غالب اگست ۱۸۶۵ء میں چھپا تھا۔ اس کے بعد یہ خط اسی سال اودھ اخبار کی دو اشاعتوں (۱۰ اکتوبر اور ۱۷ اکتوبر) میں بھی چھپا تھا[۳]۔ اس وقت یہ عودِ ہندی میں شامل ہے۔

قاطع القاطع و موید برہان — قاطع برہان کے جواب میں دو کتابیں اور لکھی گئیں۔ ایک قاطع القاطع[۴] جس کے مصنف امین الدین امین تھے۔ وہ پٹیالہ میں مدرس تھے اور غالباً رہنے والے بھی وہیں کے تھے۔ دوسری کتاب موید برہان[۵]

۱۔ اردوئے معلیٰ صفحہ ۱۹-۲۰

۲۔ مکاتیب غالب صفحہ ۹

۳۔ رسالہ ہندستانی (الہ آباد) ۱۹۳۴ء صفحہ ۱۰۶

۴۔ قاطع القاطع (فارسی) یہ کتاب ۱۲۸۳ھ مطبع مصطفائی سے شائع ہوئی تھی۔ ۴۸ صفحے ہیں۔

۵۔ موید برہان (فارسی)۔ یہ اس سلسلہ کی سب سے مبسوط کتاب ہے۔ ٹائپ میں مطبع مظہر العجائب کلکتہ سے چھپی تھی۔ ۴۸۴ صفحات کو محیط ہے۔ سن طباعت ۱۲۸۲ھ (۱۸۶۶ء) ہے۔

تھی ۔ اس کے مصنف مولوی آغا احمد علی آحمد تخلص تھے ۔ مولوی احمد علی صاحب مدرسہ عالیہ کلکتہ میں فارسی زبان کے مدرس تھے ۔ انکے اجداد اصفہانی الاصل تھے ۔ لیکن ایک زمانہ سے نقل مکان کر کے ہندوستان میں چلے آئے تھے ۔ مولوی احمد علی صاحب کا مولد ڈھاکہ (جہانگیر نگر) تھا ۔ اس لئے مولوی احمد علی جہانگیر نگری کے نام سے مشہور تھے ۔ میرزا نے ان کی کتاب دیکھنے سے پہلے ایک قطعہ فارسی زبان میں لکھ کر انہیں بھیجا جس کا پہلا شعر ہے ۔ ع ۵

مولوی احمد علی احمد تخلص نسخہ
درخصوصِ گفتگوئے پارسی انشا کردہ است

اس کے بعد میرزا نے ایک رسالہ اردو زبان میں لکھا اور اس کا نام

۸ ۔ تیغ تیز تیغ تیز رکھا ۔ اس میں سترہ فصلیں ہیں ۔ پہلی سولہ فصلوں میں ایک ایک اعتراض مولوی احمد علی صاحب پر کیا ہے اور اسی کے ساتھ ان کے اعتراض کا جواب بھی دیا ہے ۔ آخری فصل میں برہان قاطع پر مزید اعتراضات ہیں ۔ آخر میں سولہ ادبی سوالات کا استفتاء ہے ۔ جن کے جواب نواب محمد مصطفیٰ خاں شیفتہ مرحوم نے دئے ہیں اور مولانا حالی ۔ مولوی محمد سعادت علی خاں صاحب اور نواب ضیاءالدین احمد خاں نیر رخشاں تینوں حضرات کی ان جوابات کے بارے میں تصدیق و تائید ہے ۔ یہ رسالہ مطبع اکمل المطابع سے ۱۸۶۷ء میں شائع ہوا تھا ۔ اس کے بعد یہ دوبارہ نہیں چھپا ۔

ع ۵ یہ قطعہ سبد چین میں شامل ہے پہلے یہ علیحدہ بھی اکمل المطابع سے ۱۲۸۲ھ میں چھپا تھا ۔

ہنگامہ دل آشوب | میرزا کے متذکرہ صدر قطعہ کے جواب میں مولوی احمد علی صاحب کے ایک شاگرد مولوی عبدالصمد فدا متوطن سلہٹ نے اسی زمین میں ایک قطعہ لکھا اس کا آغاز یوں ہے ؎

فرقِ حق و باطل اے صاحب نظر بشنو زمن
گر ترا جویائے حق ایزد تعالیٰ کردہ است

اس قطعہ کے جواب میں میرزا غالب کے دو شاگرد میدان میں اترے۔ اول سید محمد باقر علی باقر دوم خواجہ سید فخرالدین حسین سخن۔ ان دونوں کے قطعے بھی اسی زمین میں ہیں۔ ان چاروں قطعوں کا مجموعہ منشی سنت پرشاد کے مطبع واقعہ آرہ (ضلع شاہ آباد) سے ۵ رذی الحجہ ۱۲۸۳ھ (۱۱ اپریل ۱۸۶۷ء) کو چھپا اور "ہنگامہ دل آشوب" اس کا نام ہوا۔

تیغ تیز تر | اس پر عبدالصمد صاحب فدا نے باقر اور سخن کے دونوں قطعوں کا جواب لکھا اور پہلے چاروں قطعوں کے ساتھ اس پانچویں قطعہ کو ملا کر اس مجموعہ کا نام "تیغ تیز تر" رکھا۔ یہ رسالہ ۱۲۸۴ھ (۱۸۶۷ء) میں غلام نبی خاں کے مطبع نبوی سے شائع ہوا۔

ہنگامہ دل آشوب حصہ دوم | اس کے بعد ایک شخص منشی جواہر سنگھ جوہر تخلص لکھنوی شاگرد ناطق مکرانی نے ایک قطعہ لکھا جس سے آغا احمد علی کی حمایت اور میرزا غالب کی مخالفت مقصود تھی۔ اگرچہ ان دونوں باتوں کا اظہار کھلے بندوں نہیں تھا۔ اس پر باقر اور سخن نے جوہر اور فدا دونوں کے قطعوں کا ایک ایک جواب لکھا۔ اسی دوران میں میر آغا علی صاحب شمس لکھنوی نے اودھ اخبار کی اشاعت

۲۵ جون ۱۸۶۷ء میں ایک مضمون لکھا جس میں میرزا کے بعض اشعار پر ایرادات کئے
اس کا جواب سخن نے اردو نثر میں اور باقر نے فارسی نثر میں لکھا۔ ایک صاحب منشی
محمد امیر آمیر لکھنوی نے غالب کی حمایت میں اردو قطعہ لکھ کر اودھ اخبار میں چھپوایا۔
ان پانچوں قطعوں اور دونوں مضامین نثر کا مجموعہ منشی سنت پرشاد کے مطبع سے
ہنگامہ دل آشوب حصہ دوم کے نام سے ۵ جمادی الاول ۱۲۸۴ھ (۵ ستمبر
۱۸۶۷ء) کو شائع ہوا[1]۔ منشی محمد امیر صاحب کے قطعہ کے علاوہ جو اردو میں ہے
باقی تمام قطعات اسی ایک زمین میں لکھے گئے یعنی انشا کردہ است۔ تقاضا کردہ است
شمشیر تیز تر لیکن یہ سب شاعری ہی شاعری تھی۔ میرزا غالب نے جو اعتراض
تیغ تیز میں کئے تھے۔ ان کا جواب نہیں ہوا تھا۔ مولوی احمد علی صاحب نے ان اعتراضا
کے جواب فارسی زبان میں لکھے اور اس رسالہ کا نام "شمشیر تیز تر" رکھا۔ اس کے آغاز
میں "تیغ تیز تر" کے پانچوں قطعے بھی ہیں۔ اور اس کے بعد ۱۰۵ صفحہ کی نثر ہے۔ یہ رسالہ
۱۸۶۸ء میں چھپا تھا[2]۔ یہ اس سلسلہ کی آخری تحریر ہے۔ گویا وہ ہنگامہ جو
قاطع برہان کی اشاعت سے ۱۸۶۲ء میں شروع ہوا تھا شمشیر تیز تر کے ساتھ
۱۸۶۸ء میں ختم ہوا۔

ع۱ ہنگامۂ دل آشوب کے دونوں حصے تمام و کمال رسالہ اردو کی اشاعت جنوری ۱۹۳۷ء میں چھپ گئے ہیں۔ ہماری معلومات اسی مضمون سے ماخوذ ہیں۔

ع۲ رسالہ "شمشیر تیز تر" میری نظر سے نہیں گذرا۔ اس کے متعلق جو کچھ لکھا گیا ہے۔ مکرمی مولانا غلام رسول مہر کے ایک خط سے ماخوذ ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ اس کا ایک نسخہ پنجاب یونیورسٹی لائبریری کے اس ذخیرے میں ہے جو مولانا محمد حسین آزاد مرحوم کا عطیہ ہے۔

ی - لطائف غیبی کا مصنف

'لطائف غیبی' ۱۸۶۵ء میں سید سعادت علی صاحب کی کتاب 'محرق قاطع برہان' کے جواب میں لکھی گئی تھی - اس پر مصنف کا نام میاں دادخاں سیاح لکھا ہے - مگر یہ محض مغالطہ ہے - اصل میں کتاب غالب کی اپنی تصنیف ہے - اس کے لئے کئی داخلی اور خارجی دلائل ہیں -

(۱) میرزا ایک خط میں میاں دادخاں سیاح کو لکھتے ہیں؂ :

"تمہیں جو میں نے سیف الحق خطاب دیا ہے - اپنی فوج کا سپہ سالار مقرر کیا ہے - تم میرے ہاتھ ہو - تم میرے بازو ہو - میرے نطق کی تلوار تمہارے ہاتھ سے چلتی رہیگی - لطائف غیبی نے اعدار کی دھجیاں اڑا دیں"

اس خط میں دراصل اشارہ ہے خود لطائف غیبی کی طرف - اس کے آغاز ہی میں یہ عبارت ہے :

"سیاح بحر و بر ہیچدان بے ہنر سیف الحق میاں دادخاں حق شناسوں کی خدمت میں عرض کرتا ہے"

اگر کتاب خود سیاح کی لکھی ہوتی تو وہ سیف الحق کیسے لکھتے جب کہ غالب نے یہ خطاب انہیں بعد میں دیا تھا - فی الحقیقت غالب نے کتاب لکھ کر ان سے منسوب کی اور لکھا کہ میں نے سیف الحق تمہیں خطاب دیا ہے اور اس کی وجہ یہ ہے - میرزا کے خط کے اس اقتباس سے یہی ظاہر ہوتا ہے کہ ان کا مطلب یہ ہے کہ کلام میرا ہوگا - مگر وہ تمہارے ہاتھ سے لکھا اور شائع کیا جائے گا - یعنی میں اپنی تحریر

عـه اردوئے معلیٰ صفحہ ۱۳

اپنے نام سے شائع نہیں کروں گا۔

(۲) جن دنوں لطائفِ غیبی چھپی ہے۔ انہیں دنوں میرزا نے ایک اعتراض قتیل کے کلام پر لکھا اور اخبار میں سیاح کے نام سے چھپوادیا۔ اس سے بھی اس بیان کی توثیق ہوتی ہے کہ "میرے نطق کی تلوار تمہارے ہاتھ سے چلتی رہے گی" میرزا لکھتے ہیں[عله]

"محمود مرزا خاں میرے سبھی بھائی کا نواسہ ہے۔ اس نے ایک اخبار نکالا ہے۔ مسمیٰ بہ اشرف الاخبار۔ اس کا ایک لفافہ تم کو بھیجتا ہوں۔ اس کو پڑھ کر معلوم کرلو گے کہ تمہارا ایک اعتراض قتیل کے کلام پر چھاپا گیا ہے۔ اس ارسال و اعلام سے صرف اطلاع منظور ہے۔"

(۳) لطائف غیبی میں کتابت کی بہت غلطیاں رہ گئی تھیں۔ اگر یہ تصنیف خود سیاح کی تھی۔ تو جو نسخے سیاح کے پاس بھیجے گئے تھے۔ وہ ان کو خود درست کرسکتے تھے۔ غالب کو یا کسی اور شخص کو انہیں اغلاط بتانے کی ضرورت جبھی پیش آسکتی تھی کہ یہ کتاب کسی اور کی لکھی ہوتی۔ میرزا ایک خط میں انہیں لکھتے ہیں[عله]

"یہ ایک پارسل جو بعد ان دو پارسلوں کے بھیجا گیا ہے اس میں وہی لطائف غیبی ہے جس کو میں نے اپنے مطالعہ میں رکھکر صحیح کیا ہے۔ اس کے بھیجنے سے یہ مدعا ہے کہ تم ان تینوں رسالوں کو اس کے مطابق درست کرلو۔"

اس سے عیاں ہے کہ کتاب میرزا نے لکھی تھی اور وہ اب اس کی اغلاط درست کرکے

عله اردوئے معلیٰ صہ ۱۳

عله ایضاً صہ ۱۶

سیاح کو بھیج رہے ہیں۔

(۴) لطایفِ غیبی کی عبارت ہے:۔[۱]

"مجھ کو توحیت اور رعایت حق اس تحریر کی باعث ہوئی تاکہ میں نے مبینہ

لطائف جمع کئے اور اس نگارش کا لطائف غیبی نام رکھا۔ ع

دریسِ آئینہ طوطی صفتم داشتہ اند

آنچہ استادِ ازل گفت ہماں می گویم"

اس عبارت سے ظاہر ہے کہ سیاح تو در پسِ آئینہ طوطی صفت "بیٹھے ہیں۔ "استادِ ازل" (غالب) جو کچھ کہہ رہے ہیں۔ وہ دہرا رہے ہیں۔ ہمارے خیال میں تو کتاب کا نام لطایف غیبی بجائے خود غمازی کر رہا ہے کہ ع

کوئی معشوق ہے اس پردۂ زنگاری میں

ان شہادتوں کے علاوہ سب سے بڑی داخلی شہادت لطایف غیبی کا اسلوبِ بیان وطرزِ تحریر ہے۔ جیسا کہ مولانا مہر نے لکھا ہے[۲]: "عبارت کی روانی اور اعتراضات کی شوخی میں غالب کا رنگ بہت نمایاں ہے۔ سیاح اس انداز کی عبارت نہیں لکھ سکتے تھے اور ان کی "سیر سیاح" جو غالبا ۱۸۶۲ء میں چھپی تھی۔ اس امر کی گواہ ہے کہ ان کا اندازِ تحریر "لطایف غیبی" سے بالکل مختلف تھا۔"

غرضکہ ہم ان تمام باتوں کو مدنظر رکھتے ہوئے اسی فیصلہ پر پہنچے ہیں کہ "لطایف غیبی" میرزا کی تصنیف ہے۔ میاں داد خاں زیادہ سے زیادہ جامع کی حیثیت

---

[۱] لطایف غیبی ص ۳

[۲] غالب (مہر) ص ۲۴۱

رکھتے ہیں۔ جیسا کہ "درفش کاویانی" کے آخر میں سیاح کی تاریخ کا عنوان بھی "جامع لطائف غیبی" ہے۔ یہی حال "سوالات عبدالکریم" کا ہے۔ یہ آٹھ صفحہ کا مختصر رسالہ بھی میرزا کے رشحِ قلم کا ممنونِ احسان ہے جسے انہوں نے عبدالکریم کے نام سے شائع کیا۔

غالب کی حسرتیں

غالب نے اپنی ساٹھ سالہ ادبی زندگی میں چار کتابیں فارسی نثر میں اور دو نظم میں لکھیں۔ اردو میں ان کا سرمایہ ایک مختصر دیوان اردو کا اور خطوط کے مجموعوں کے علاوہ دو تین اور چھوٹے چھوٹے رسالے ہیں۔ ساٹھ سال کے طویل زمانہ کی یہ پیداوار کچھ زیادہ قابلِ تعریف یا مہتم بالشان نہیں۔ اس کا انہیں خود بھی احساس تھا۔ مگر زمانہ کی نامساعدت اور ابنائے دہر کی ناقدری نے ان کے تمام ولولوں کو سرد کر دیا۔ وہ خود کہتے ہیں[1] کہ "میں زمانہ سے زیادہ نہیں تھوڑی سی آسائش اور طمانیت قلب چاہتا تھا۔ اگر یہ مجھے میسر آجاتی تو میں فکر کی قوت سے اربابِ فن سے داد حاصل کرتا۔" لیکن حقیقت تو یہ ہے کہ انہوں نے جو کچھ اس پریشان حالی میں بھی لکھا اور صفحۂ قرطاس پر جو نقشِ جاوداں بنائے ان کی صحیح قدر و قیمت کا اندازہ کس نے کیا۔ اور اس کی صحیح داد بھی انہیں کب ملی۔ انہوں نے بالکل سچ لکھا ہے[2]

"پنجاہ و دو سال مغزِ سخن کا لتم، امروز کہ شصت و ششیں سال از عمر گذراں
می گزرد، سخن آفریں را سپاس گزارم و ہم جز آں بخشندۂ بخشائش گر کس

---

[1] درفش کاویانی صفحہ ۔۔
[2] ایضاً صفحہ ۲۔۱۳۱

نیارد دانست کہ دریں پنجاہ و دو سال چہ دُرہائے معنی بروئے من کشادہ اند، و کرسیٔ اندیشۂ مرا در فرازستانِ آگہی بکدام پایہ نہادہ اند، حیف کہ نباضِ روزگار حسنِ گفتارِ مرا نشناختند، مرا خود دل بر آنان می سوزد کہ کامیاب شناسائے فرۂ ایزدی نگشتند، گوئی نظیری ہمدرد من و مقطعِ آں عینو آرامشگاہ نوائے ساز دمِ سردِ من است ؎

تو نظیری ز فلک آمدہ بودی چو مسیح
باز پس رفتی و کس قدرِ تو نشناخت دریغ

ہمارے مآخذ

کلیات نثر فارسی (غالب) طبع اوّل نولکشور پریس لکھنؤ ۱۸۶۸ء

درفش کاویانی (غالب) طبع اوّل اکمل المطابع دھلی ۱۸۶۵ء

تیغ تیز (غالب) طبع اوّل اکمل المطابع دھلی ۱۸۶۷ء

لطایف غیبی (غالب) طبع اوّل اکمل المطابع دھلی ۱۸۶۴ء

اردوئے معلیٰ (غالب) باراوّل مطبع کریمی لاہور ۱۹۲۲ء

عودِ ہندی (غالب) بار سوم نولکشور پریس لکھنؤ ۱۹۲۵ء

مکاتیب غالب (مرتبہ امتیاز علی عرشی) طبع اوّل قیمہ پریس بمبئی ۱۹۳۷ء

ادبی خطوط غالب (مرتبہ میر محمد عسکری) طبع دوم انوار المطابع لکھنؤ ۱۹۳۳ء

یادگار غالب (حالی) طبع سوم کریمی پریس لاہور ۱۹۳۰ء

غالب (مولانا غلام رسول مہر) طبع اوّل مسلم پرنٹنگ پریس لاہور ۱۹۳۶ء

غالب نامہ (مسٹر محمد اکرام) طبع اوّل مسلم گجرات پریس سورت ۱۹۳۷ء

واقعات دارالحکومت دہلی (مولوی بشیر الدین احمد) طبع اول۔ شمسی مشین پریس آگرہ ۱۹۱۹ء

چراغ دہلی (میرزا حیرت) طبع اوّل کرزن پریس دہلی ۱۹۰۶ء

(مطبوعہ جیّد برقی پریس، دہلی)